شذرات

مصر اور کچھ دوسرے اسلامی ممالک میں محکمۂ اوقاف کی طرف سے مساجد اور ائمہ کی تنظیم کے ساتھ جو دوسرے تحقیقی اور رفاہی کام کئے جاتے ہیں وہ نہایت ہی مستحسن اور قابل تقلید کارنامے ہیں۔ عیسائیت کی تبلیغ کا سارا کام مذہبی رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے اور دنیا بھر کی مسیحی حکومتیں انھیں فنڈ مہیا کرتی ہیں اور پھر تبشیر کا ایک نظام مرتب ہے جس کی نہج پر دنیا کی پوری آبادی میں تبشیر کا کام چلایا جاتا ہے۔ لیکن مسلمان حکومتوں میں یہ جذبہ مفقود ہے۔ البتہ مصر کے محکمہ اوقاف کی طرف سے افریقی ملکوں میں اسلامی تبلیغ کے لئے علماء کے کچھ وفود بھیجے جاتے ہیں یا ان کو مستقل طور پر ان ملکوں میں رکھا گیا ہے تاکہ اسلام کی تبلیغ کے ساتھ تبشیر کا مقابلہ بھی کرتے رہیں۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں ایسا کوئی انتظام نہیں ہے۔ باہر کی دنیا میں تبلیغ تو درکنار لیکن اپنے ملک کے اندر بھی کچھ نہیں ہے۔ عیسائی مبلغوں کی طرف سے ان کی رپورٹوں میں اکثر و بیشتر کچھ نوجوانوں کو بہکانے اور خانہ بدوش قبائل میں ارتداد کی خبریں پڑھنے میں آتی ہیں جن کو پڑھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں کے علماء، دیوبندی، بریلوی، بدعتی، وہابی اور شیعہ سنی کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں، ان جھگڑوں سے اگر ان کا کچھ وقت بچ جاتا ہے تو وہ ملکی سیاست کے جھگڑوں میں خرچ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ انھوں نے آج تک اپنے آپ کو موجودہ جمہوری نظام اور ملک رانی

کے لئے تیار نہیں کیا۔ اور نہ ماحول سے موافقت پیدا کی۔ آج تک مدارس میں یونانی فلسفہ اور سائنس مروج ہے، جدید سائنس، فلسفہ اور یورپ کی زبانوں سے بالکل بے بہرہ ہیں حالانکہ موجودہ جمہوریت خالص یورپی نظام ہے۔ پہلے اس کے لئے ضروری تھا کہ مدارس میں نوجوانوں کو عربی زبان کے ساتھ کچھ یورپ کی زبانوں کی تعلیم بھی دی جاتی تاکہ اس طرح ہر میدان میں ہمارے علماء تیار ہو کر نکلتے اور یورپ میں جا کر بھی تبلیغ اور اشاعت دین کے اہل بنتے۔ اسی لئے ہمارے استاذ مرحوم علامہ عبیداللہ سندھیؒ علماء کو انگریزی زبان سیکھنے اور پڑھنے کی ترغیب دیتے اور زور لگاتے تھے۔ مگر علامہ موصوف کو کسی نے نہیں سمجھا اور مغرب زدہ کہہ کر روگردانی کی۔

پاکستان میں محکمہ اوقاف قائم ہے اور ہر صوبہ میں اس کے ماتحت مساجد خطباء اور ائمہ کی تنظیم جاری ہے۔ اگر مصر اور کچھ دوسرے اسلامی ممالک کے اوقاف کی کارکردگی کو سامنے رکھ کر پروگرام بنایا جائے تو اس کے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بہتر تو یہ ہے کہ مسلم ممالک مل کر اسلام کی تبلیغ کے لئے اور تبشیر اور ارتداد کے خلاف مشترکہ پروگرام بنائیں اور اس کام کے لئے ٹریننگ سینٹرز بھی ہوں جہاں ایسی تربیت دی جائے۔ اور علماء کو باہمی جھگڑوں سے ہٹا کر اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے ایک دوسرے محاذ پر لگایا جائے۔

محکمہ اوقاف سندھ کے ناظم اعلیٰ سید قطب علی شاہ صاحب کی صدارت میں اس محکمہ کے متعلقین کا ایک اجتماع ہوا جس میں تحقیقی کام اور نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اسلام کی صحیح تعلیم سے روشناس کرنے کے لئے ایک ریسرچ کمیٹی بنائی گئی ہے جو سندھ میں تحقیقی کام کے لئے تجاویز اور مشورے پیش کرے گی۔ اس کمیٹی میں نہ صرف پرانے تعلیم یافتہ ممبر رکھے گئے ہیں بلکہ جدید تعلیم یافتہ حضرات اور جامعہ سندھ اور کراچی کے کچھ پروفیسر اور اساتذہ بھی لیے گئے ہیں، اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی ہوئی ہے کہ ائمہ اور

سُبحان اللہ ! علم اور عمل اور فضل و کمال اور تجرید اور تجرد اور حلم اور کرم اور سخاوت اتم اور ایثار و انکسار آپ کی ذات پر ختم ہے۔ جو کچھ آیا اور جس قدر ہوا سب نام اللہ صرف کیا اور کبھی کل کا غم نہ کیا۔ دن رات اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر میں بسر کی اور دنیا و مافیہا کی خبر نہ رکھی۔ میں آپ کے کس کس کمال کا ذکر کروں۔ علم ایسا تھا کہ کاہے کو ہوتا ہے۔ زہد اور مجاہدہ ایسا کہ بیان اس کا نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ اور ورع اس درجہ پر کہ سوا اس سے ممکن نہیں اور پھر اس پر عجز ویسا ہی، انکسار ویسا ہی۔ اتباع سُنت اس درجہ پر کہ پیچھے اچھے لوگ وہاں قدم نہ رکھ سکیں۔ آپ کی صحبت سے اس قدر فیض حاصل ہوتا کہ بیٹھ کر اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ وطن اصلی آپ کا موضع دتالہ ہے جو پنجاب کے مُلک میں امبرسر (امرتسر) کے پاس واقع ہے اور آپ سادات علوی سے ہیں۔ والد ماجد آپ کے بھی بڑے زاہد اور عابد تھے۔ اور جنگلوں میں جا کر ذکر خیر کیا کرتے تھے اور مہینوں بناس پتی پر قناعت فرماتے تھے۔

رکھا تھا۔ سرسید کی رسم رحمہم اللہ بھی شاہ صاحبؒ نے ادا کی تھی۔ اس شرف کا تذکرہ سرسید بہت فخر کے ساتھ کرتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے جو خاص اسی موقع کے لئے انھوں نے کہا تھا ؎

بہ مکتب رفتم و آموختم اسرار یزدانی
ز فیض نقشبند وقت و جانِ جان جانانی

بہ روایت حالی، سرسید کے دادا ان کے والد کی شادی ہونے سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ سرسید اور ان کے بہن بھائی شاہ صاحب ہی کو دادا حضرت کہا کرتے تھے۔ سرسید کے بقول شاہ صاحب کو بھی ان سے ایسی ہی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتوں سے ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے تاہل اختیار نہیں کیا تھا۔ اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو خُدا تعالیٰ نے مجھے اولاد کے جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے لیکن متقی کی اولاد کی محبت ایسی دے دی ہے کہ اس کے بچوں کی تکلیف یا بیماری مجھ کو بے چین کر دیتی ہے۔

سرسیّد کا تعلق شاہ غلام علی کے سلسلے سے تھا جو خانقاہ کے نام سے معروف تھا۔ لیکن انگریزی ملازمت کے معاملے میں سرسیّد نے ان کے مسلک کو قبول نہیں کیا تھا اور ان کے فتوٰی کے سرسیّد نے انگریزی ملازمت